منظوم کلام

السید غلام معین الدین شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ پیر صاحب گولڑہ شریف المعروف لالہ جی

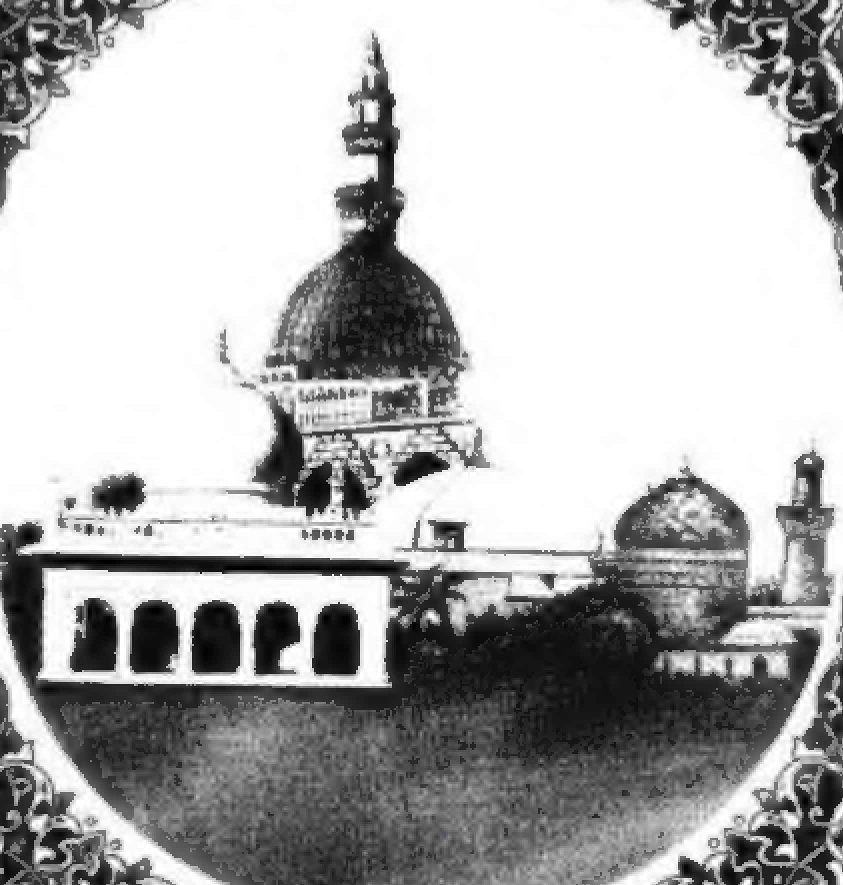

اسرار المشتاق

باہتمام: سید پیر شاہ عبد الحق شاہ صاحب مدظلہ العالی

جملہ حقوق محفوظ ہیں

بار دوم

مقام اشاعت ———— گولڑہ شریف ضلع اسلام آباد

تاریخ اشاعت ———— ۱۰ ذیقعد ۱۴۱۹ھ

خطاطی ———— محمد ریاض اعظمی

۲۰۵ ذوالقرنین چیمبرز گنپت روڈ لاہور

پرنٹنگ پروفیشنلز

کوپر روڈ لاہور، فون

ھدیہ : ۵۵ روپے

مقدمہ

شعر گوئی کی تاریخ بہت طویل ہے۔ کسی بات کو احسن طریقے سے بیان کرنا شاعری کہلاتا ہے معنوی اعتبار سے ہر اچھی بات کو شعر کہا جا سکتا ہے۔ مگر ظاہری اسلوب کا لحاظ کرتے ہوئے ایک مخصوص طرزِ بیان کو شعر کہا جاتا ہے۔

جب سید الکونین امام القبلتین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت ہوئی تو عرب میں شاعری کا عام رواج تھا بلکہ عرب کی معاشرتی زندگی شاعری کے بغیر بے معنی تھی مگر شاعری کا مفہوم یہ تھا کہ تعریف میں یا تنقیص میں بدترین جھوٹ نہایت خوبصورت الفاظ اور حسین ترین پیرائے میں بیان کیا جاتے۔

ایک شاعر محض الفاظ کی بندش، قافیہ بندی اور افسانوی خیالات و تمثیلات کے ذریعے اپنے ممدوح کو خاک سے اٹھا کر آسمان پر چڑھا دیتا تھا یا مدمقابل کا وقار محض گندی زبان اور برے الفاظ کی پر کشش اور خوبصورت بندش کے ذریعے اس کی تمام خوبیوں کے باوجود مٹی میں ملا دیتا تھا۔

اور سب لوگ یہ جانتے تھے کہ شاعری محض جھوٹ کا پلندہ ہوتی ہے۔ اس لئے کفار نے قرآن مجید کی صداقت و حقانیت کا زور توڑنے کی ناکام کوشش کرتے ہوئے اس کو شاعری اور سراپا حق و صداقت پیکر تقدس و امانت حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شاعر کہنا شروع کیا۔ قرآن کا بیان ہے:

بل قالوا اضغاث احلام بل افتراہ بل ھو شاعر

بلکہ کافروں نے کہا کہ یہ (قرآن) تو بیہودہ خواب ہیں بلکہ یہ تو (حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے) جھوٹ باندھ لیا ہے بلکہ وہ تو ایک شاعر ہے۔

وَيَقُولُونَ أَئِنَّا لَتَارِكُوا آلِهَتِنَا لِشَاعِرٍ مَّجْنُونٍ

اور کفار کہتے ہیں کیا ہم اپنے معبودوں کو چھوڑ دیں ایک مجنون شاعر کی خاطر۔ (الصافات: ۳۶)

ام یقولون شاعر نتربص بہ ریب المنون

کیا کفار کہتے ہیں کہ یہ (حضرت محمدؐ) تو بس شاعر ہے ہم اس پر گردش زمانہ کے منتظر ہیں۔

یعنی کفار کہتے تھے کہ جس طرح شاعر اپنے زورِ کلام سے ایک شور بپا کر لیتا ہے۔ لوگوں کو جمع کر دیتا ہے اور وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ساری رونقیں ختم ہو جاتی ہیں۔ شاعری تو محض افسانوی جھوٹ ہوتا ہے اس کو بقا نہیں ہوتی۔ اس طرح یہ (حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) بھی محض شاعر ہیں۔ ان کی مقبولیت صرف اتنی ہے کہ جب وقت گزرے گا تو یہ سب کچھ ختم ہو کر رہ جائے گا مگر اللہ جل شانہٗ نے ان کی تردید کرتے

ہوئے فرمایا :

اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍۚۙ وَّمَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍؕ قَلِيْلًا مَّا تُؤْمِنُوْنَۙ الحآقۃ ۴۰،۴۱

یہ تو ایک عزت والے رسُول کا قول ہے اور یہ کسی شاعر کی بات نہیں ہے تم مانتے ہی نہیں ہو۔

اس دَور میں شعر و شاعری کی جو حیثیت تھی اس کے مطابق کفار نے بات کی اور قرآن مجید نے کفار کی شاعری کو ایک جگہ نہایت واضح طور پر بیان فرمایا اور ساتھ ہی شعر و شاعر کا دُوسرا مثبت اور مفید روپ بھی بتلا دیا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے :

وَالشُّعَرَآءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوٗنَؕ اَلَمْ تَرَ اَنَّهُمْ فِیْ كُلِّ وَادٍ يَّهِيْمُوْنَۙ وَاَنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ مَا لَا يَفْعَلُوْنَۙ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَذَكَرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّانْتَصَرُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا

اور بدراہ لوگ شاعروں کے پیچھے چلتے ہیں۔ آپ نے نہیں دیکھا کہ وہ وادی وادی سرگرداں رہتے ہیں وہ وہی کہتے ہیں جو نہیں کرتے۔ ہاں مگر وہ لوگ جو ایمان لاتے اور اچھے کام کئے اور اللہ کو کثرت سے یاد کیا ظلم سہنے کے بعد بدلہ لیا۔ (الشعراء : ۲۲۴ ، ۲۲۷)

آیت مندرجہ بالا میں خُدائے ذوالجلال نے کفار شعراء کی مذمت کرتے ہُوئے مُسلمان شعراء کی توصیف کر دی ہے۔ شیخ اسماعیل حقی اس آیت پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ مسلمان شعراء کا محور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا، اس کی اطاعت، حکمت، نصیحت، دُنیا میں زہد اور آخرت کی ترغیب ہوتا ہے۔ مسلمانوں کی شاعری اللہ کی یاد سے غافل نہیں کرتی بلکہ اس کی طرف مائل کرتی ہے۔ فرماتے ہیں ذکر کثیر سے مراد عددی کثرت نہیں ہے کہ الفاظ بہت زیادہ ہوں بلکہ اصل مُراد یہ ہے بندہ اللہ تعالیٰ کے حضور میں باریابی کا شرف حاصل کر لے اور یہ اعلیٰ مقصد مسلمانوں کی شاعری سے حاصل ہوتا ہے کہ بندہ دُنیا میں اُلجھا ہوا اور غفلت میں پڑا ہوا ہوتا ہے مگر اہل اللہ میں سے کسی کا ایک شعر بھی سن لے تو فوراً خشوع قلب اور دیدہ پُرنم کے ساتھ محبُوب حقیقی و ازلی کی بارگاہ میں حاضر ہو جاتا ہے۔

صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین میں بہت سارے ایسے تھے جو شعر کہتے تھے۔ اگرچہ سب نے باقاعدہ شاعری نہیں کی مگر تھوڑے بہت اشعار ضرور کہے اور جو صحابہ باقاعدہ شاعری فرماتے تھے، ان میں حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بہت شہرت ملی۔

حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جناب حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو منبر پر بٹھلاتے تھے اور وہ حضرت حبیبِ خُدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے کمالات و حسنات اپنی شاعری میں بیان کرتے تھے۔ کفار تو رسُول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو کرتے تھے، تنقیص شان کی شیطانی کوشش میں لگے رہتے تھے اور صحابہ کرام آپ کی توصیف میں بڑھ چڑھ کر شعر کہتے تھے۔ حدیث کے مطالعے سے پتہ چلتا ہے کہ آپ نے حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بطور خصوصی کفار و مشرکین کا جواب دینے کے لئے شعر کہنے کا حکم فرمایا اور دیگر صحابہ کو بطور عمومی اس کا حکم فرماتے تھے۔

آپ کا فرمان ہے : اهجهم فوالذی نفسی بیده لهو اشد علیهم من النبل۔

ترجمہ : ان کی ہجو کر پس اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے یہ ان پر تیر اندازی سے بھی زیادہ سخت ہے۔

اسی طرح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ارشاد گرامی ہے :

جاھدوا المشرکین باموالکم و انفسکم والسنتکم۔

ترجمہ : مشرکوں کے خلاف اپنے اموال، جانوں اور زبانوں کے ذریعے جہاد کرو۔

حضرت نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا تھا :

اھج المشرکین فان جبریل معک۔

ترجمہ : مشرکوں کی ہجو کر بیشک جبرائیل تیرے ساتھ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے جو اپنے انبیاء کرام علیہم السلام کی غیبی مدد فرمائی اس کو جبرائیل کی معیت کا عنوان دے کر بیان کیا گیا اور یہاں پر اہل اللہ کی شاعری کو جبرائیل کی معیت یعنی تائیدِ ایزدی کا مستحق ٹھہرایا گیا۔

اور پھر حضرت رسولِ مکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ارشاد پاک ہے :

ان من الشعر لحکمۃ۔

یعنی کچھ شعر سراپا حکمت ہوتے ہیں۔ یہاں شعر پر من تبعیضیہ اس لئے لگایا گیا ہے کہ صرف اہل اللہ کے اشعار حکمت سے معمور ہوتے ہیں کیونکہ لغویات بکنے والوں کی کوئی حیثیت نہیں ہوتی۔

اصحابِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں شعر کہنے والوں کی کثیر تعداد موجود ہے۔ بطور تبرک اور بطورِ سند چند کے اسماء گرامی درج ذیل ہیں :۔

خلفاء راشدین یعنی حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان ذوالنورین، حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور حضرت حسن علیہ السلام نے شعر کہے۔ ناقدینِ شعر و ادب نے حضرت علی المرتضےٰ رضہ کے اشعار کو فصاحت و بلاغت کا عمدہ نمونہ قرار دیا ہے۔

حضرت حسان بن ثابت، حضرت کعب بن زہیر، حضرت لبید بن ربیعہ اور حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہم شاعری میں خاصی شہرت رکھتے ہیں۔ دیگر چند صحابہ کے اسماء گرامی یہ ہیں : اسود بن سریع، امراء القیس، ایمن بن خریم، ثمامہ بن آثال، جارود بن عمرو، زبرقان بن بدر، زید بن مُھلھل، صفوان بن معطل، ضرار بن ازور، عباس بن مرداس، عمرو بن سطرہ، فروہ بن مسیک، قیس بن عاصم، ابوجندل بن سہیل، ابوسفیان بن حارث۔

مسلمانوں کی پاکیزہ شاعری نے عہدِ رسالت میں بھی کفر کا زور توڑا اور فروغِ اسلام کے لئے گرانقدر خدمات سرانجام دیں۔ مثلاً یہ کہ فتح مکہ کے بعد قبیلہ بنو تمیم کے سردار وفد کی صورت میں مدینہ طیبہ حاضر ہوتے (ابھی مسلمان نہ تھے) اور اپنے ساتھ اپنے شعراء کو لاتے۔ مقصد یہ تھا کہ ان کے شعراء اپنے شعروں میں ان کی عظمتوں کے گیت گائیں گے تو مسلمان مرعوب ہو کر رہ جائیں گے مگر ہوا یوں کہ جب ان کے شعراء نے ان کا نسلی تفاخر، ذاتی جاہ و حشمت اور جاہلانہ شاعری کے انداز میں جھوٹی تعریف کے پل باندھے ان کے شعراء میں عطارد بن حاجب

اور زرقان بن بدر (جو بعد میں مسلمان ہوئے) شامل تھے تو حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر حضرت حسان بن ثابت اور حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہم نے جواب دیئے اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے محاسن اور کمالات نبوت، دین اسلام کی حقانیت، جہاد فی سبیل اللہ میں مسلمانوں کی فتوحات وغیرہ کا ذکر کیا تو بنو تمیم کے ایک سردار اقرع بن حابس نے کھڑے ہو کر کہا:

اے بنو تمیم! بے شک حضرت محمدؐ کے شاعر اور خطیب ہمارے شاعروں اور خطیبوں سے بہت بہتر ہیں یہ کہہ کر کلمہ پڑھا اور مسلمان ہو گئے۔

پاکیزہ شاعری کی اس تاثیر اور انہی مقاصد کو سامنے رکھتے ہوئے صوفیا کرام، علماء دین، ائمہ مجتہدین اور مذہبی اکابر نے شعر کہے۔

اس سلسلہ رشد و ہدایت کی سنہری کڑی ہمارے ممدوح حضرت السید غلام معین الدین شاہ صاحب المعروف بڑے لالہ جی رحمۃ اللہ علیہ آستانہ عالیہ غوثیہ گولڑہ شریف کی ذات گرامی ہے ہم جن کا منظوم کلام پیش کرنے کا شرف حاصل کر رہے ہیں۔

حضرات صوفیاء کرام نے ہر دور میں تھوڑے یا زیادہ منظوم کلام کے ذریعے اپنے مافی الضمیر کا اظہار فرمایا مگر ان کا مقصود اور مطمح نظر فن شاعری نہیں رہا بلکہ عظیم تر دینی و روحانی مقاصد کے پیش نظر علمی افکار، باطنی مطالب و معانی کا ابلاغ و اظہار یا عشق الٰہی و حبِّ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے جذبات کا فروغ اور اپنی قلبی آتشِ عشق کی ضروری تسکین شعر گوئی کا سبب بنی۔

یہی وجہ ہے کہ کہیں کہیں ان کے اشعار میں الفاظ کی بندش اور فن شاعری کے قواعد و ضوابط ٹوٹتے نظر آتے ہیں۔ جیسا کہ حضرت سیدنا خواجہ پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"لسان الوقت کو کافیہ ردیف سے غرض نہیں لہٰذا مجنونانہ مضامین پر عقلاء کو مواخذہ کا استحقاق نہیں ہو سکتا۔"

لہٰذا ان کا کلام پڑھنے والوں کے لئے ضروری ہے کہ وہ حقیقی مقصد یعنی معانی و مطالب پر نظر رکھیں، الفاظ کے گورکھ دھندے میں پھنس کر وقت ضائع نہ کریں۔

ہمارے ممدوح حضرت قبلہ بڑے لالہ جی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام حمد باری تعالیٰ، نعت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم، مناقب اولیاء اللہ اور غزلیات پر مشتمل ہے۔ بزرگان دین نے حمد باری تعالیٰ کو اپنا وطیرہ بنایا۔ وہ آیت قرآنی "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ" کا مظہر قرار پائے اور "سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى" کی عملی تصویر بن کر اُبھرے۔

حمد باری تعالیٰ تو درحقیقت سید الکونین ختم الرسل حضرت محمد مصطفےٰ احمد مجتبےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی سُنّت مطہرہ ہے۔ اللہ جل شانہ نے سب سے اوّل اپنے حبیب نبیؐ کا نور تخلیق فرمایا جو طویل مدتوں تک رب تعالیٰ کی حمد کرتا رہا جب کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے علاوہ کچھ بھی موجود نہ

تھا۔ اسی کو مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے :

عمرہا اندر رکوع ایستادہ بود   قرنہا اندر سجود افتادہ بود

اس مناسبت سے حبیبِ مکرمؐ کا اسمِ گرامی "احمد" قرار پایا۔ صلحاءِ اُمت حمدِ باری تعالیٰ کے ذریعے شانِ احمدیت سے شرف یاب ہوئے۔

اوصافِ باری تعالیٰ میں سے اوّل وصف توحید ہے۔ توحید کا ایک ظاہری پہلو ہے تمام جن وانس اس کے پابند ہیں مگر توحید کا باطنی پہلو "وحدۃ الوجود" ہے۔ جس کے چشمہ فیضان سے خاصانِ حق سیراب ہوتے ہیں۔ اور جس کے منبع انوار سے صرف قربِ خاص میں حضورِ ذاتی کا مقام پانے والے مردانِ خُدا کے قلوب منور ہوتے ہیں۔ حضرت لالہ جیؒ نے راہِ سلوک میں "وحدۃ الوجود" کی اعلیٰ منزل تک رسائی حاصل کی۔

فرماتے ہیں :

خُدا کی قسم ہے خُدا جلوہ گر ہے اسی کی حقیقت میں جلوہ گری ہے
یہ شمس و قمر اور یہ برق و شرر ہیں اسی نُورِ مطلق کی سب روشنی ہے

اسی حقیقت کو قرآن مجید نے واضح فرمایا :

اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

ترجمہ : اللہ ہی آسمانوں اور زمین کا نُور ہے۔

نعتِ رسُولِ مقبول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم خود ذاتِ باری تعالیٰ کی سُنت ہے۔ کہا گیا ہے :

ہمہ قرآن در شانِ محمدؐ   خدائے ما ثنا خوانِ محمدؐ

نعتیہ کلام میں نظر دوڑائیں تو نظر آتا ہے کہ کہیں شوقِ ملاقات "اج سِک متراں دی ودھیری اے" کی شکل میں ظاہر ہے کہیں دیارِ حبیب کی حاضری کا ارمان "شالا وَت وی آون اوہ گھڑیاں" کی صورت عیاں، کہیں جُدائی کا صدمہ، کہیں خیالوں میں کوئے حبیب کی سیریں اور محبوبِ مکرمؐ سے نیاز کی باتیں، کہیں احساسِ ہجر و فراق سے آنکھوں کی اشکباری، ہر چیز مومن عاشق کے لئے سرمایۂ حیات اور وسیلۂ نجات ہے۔

مسلمان شعراء نے صنفِ شاعری میں تقسیم بندی کرتے ہوئے بعض عنوانات بطورِ اصطلاح بعض ہستیوں کے ساتھ مختص کئے ہیں مثلاً اللہ جل شانہٗ کی صفاتِ حمیدہ کا ذکر ہو تو "حمدِ باری تعالیٰ" کا عنوان دیا جاتا ہے۔ حضرت رسُولِ کریمؐ کے اوصافِ حسنہ کا بیان ہو تو "نعتِ رسُولِ مقبولؐ" کہا جاتا ہے اور "منقبت" کا لفظ دیگر بزرگانِ دین کے کمالات و حسنات کے بیان کے ساتھ مختص کیا گیا ہے۔

اہلِ اسلام نے ہمیشہ صلحاء و علماء اور مردانِ راہِ خُدا کے گیت گائے ہیں۔ اس لئے کہ اللہ عزوجل نے انبیاء کرام علیہم السلام اور دُوسرے نیک لوگوں کا ذکر قرآن مجید میں فرمایا ہے۔ اور ان کے ذکر کو تازہ رکھنے اور آئندہ نسلوں تک پہنچانے کا حکم بھی فرمایا ہے۔ مثلاً ارشادِ ربانی ہے :